سفرنامہ یورپ حافظ راشد الحق حقانی

ذوق پرواز

قسط نمبر ۴

ڈھونڈتا پھرتا ہوں اے اقبال اپنے آپ کو
آپ ہی گویا مسافر آپ ہی منزل ہوں میں

فرانس یورپ کا انتہائی تاریخی اہمیت کا حامل ملک ہے۔ جغرفیائی ، سیاسی، سماجی،عسکری ،ایٹمی صنعتی ، اقتصادی لحاظ سے یہ ملک ہمیشہ سے ممتاز رہا ہے لیکن اس کی انگلستان کے ساتھ نہیں بنتی۔ اور دونوں طاقتور ممالک میں صدیوں سے اختلاف چلا آرہاہے اور دونوں کے درمیان تقریباً سو برس تک لڑائیاں ہوئی ہیں۔ ان اختلافات اور جھگڑوں کو آج تک دونوں فریق نہیں بھولے اس کا اندازہ ان دونوں ممالک میں جانے کے بعد ہر کسی کو ہوجاتاہے۔ میں نے اس تعصب کا کافی مشاہدہ مختلف جگہوں پر کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ فرانس جغرفیائی لحاظ سے نہایت ہی قدیم خطہ ہے۔یہاں انسانی زندگی کے آثار تقریباً ۳۵ ہزار برس سے بھی پہلے ملے ہیں۔ اور یہ تحقیقات و قرائن مختلف تحقیقی ٹیموں اور سائنسدانوں کی ہیں۔ ۵۰۰ء قبل از مسیح فرانس میں مشرق کی سمت سے قبائل اور مختلف لوگ آنا شروع ہوئے۔ اور یہاں پر رہنے لگے۔ ان قبائل کے چیدہ چیدہ نام یہ ہیں۔

رومن، لاطینی، گال، ڈاکر اور پیرلسیائی نام کے کیلٹک وغیرہ اہم ہیں۔

یہاں بعد میں آنے والے ایک قبیلہ کا نام "فرانکس" تھا۔ اسی قبیلے نے باقاعدہ اپنی زندگی رہن سہن، تہذیب وتمدن کا آغاز کیا۔ اور یہیں پر مستقل سکونت اختیار کرلی۔ آہستہ آہستہ فرانکس سے یہ خطہ 'فرانک' کہلانے لگا اور پھر بعد میں کثرت استعمال سے یہ ملک فرانس کے نام سے جانے پہچانے لگا۔ اور جو آج تک اسی نام سے مشہور ہے۔ پیرس شہر کی ابتداء دریائے سین کے کنارے آباد ایک چھوٹے سے گاؤں لوٹیشیا سے ہوئی۔ اہل فرانس پیرس کو (پیری) کہتے ہیں۔ اس ملک پر

کئی خاندانوں نے حکمرانی کی ۔ باہر سے بھی لوگ اس پر حکومت کرنے کے لیے آتے رہے ، اور قابض رہے۔ لیکن سب سے زیادہ شہرت اور اقتدار لوئیس خاندان کو حاصل ہوا۔ انہوں نے کافی عرصہ تک فرانس پر حکومت کی۔ اپنی قوم پر جس انداز میں انہوں نے حکومت کی اور ظلم وجبر، تشدد، بدمعاشی و قتل وغارت کا بازار کافی عرصہ انہوں نے جاری رکھا۔ اس کی مثال نہیں ملتی۔

انقلاب فرانس انہی شاہوں کے خلاف اٹھا۔ سولویں شاہ لوئی کو قوم نے گرفتار کیا۔ اور پھر اس کو "کنکارڈ" کے مشہور چوراہے پر برسرعام قتل کیاگیا۔

انقلاب فرانس کا تاریخی پس منظر اور اس کا جائزہ اور اس کے مضمرات اور فوائد انشاء اللہ آگے بیان کروں گا۔

پیرس شہر ہمیشہ سے انقلابیوں کی جنت رہا ہے۔ اس خاک پر بڑے بڑے جرنیل، ادیب، انقلابی پیدا ہوئے ہیں۔ اور دیگر ممالک سے بھی یہاں آتے رہے ہیں۔ ہمیشہ سے یہاں پر دانشوروں، شاعروں، ادیبوں، فنکاروں، مصوریوں اور ہنرمندوں کا ہجوم رہا ہے۔ یقیناً دنیا بھرمیں پیرس مرکز علوم وفنون، فن وثقافت، آرٹ کا گھر رہا ہے۔ بلکہ اب بھی موجودہ زمانے میں یہ امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ والیٹر، روسو وغیرہ یورپ کے علم ودانش کے آسمان پر چمکنے والے وہ ستارے ہیں جن کی چمک نے دنیائے عالم کی آنکھوں کو خیرہ کیا۔ میں دریائے سین کے کنارے بیٹھا سوچ رہاتھا کہ اس شہر نے کتنے بڑے بڑے لوگوں کو قریب سے دیکھا ہوگا۔ ماضی قریب میں انقلابات کے لیے ابتدائی کام اور عمل درآمد کا لائحہ عمل اور نقشہ جات کی تیاری اور انقلابیوں کی باہمی مشورے اور ملاقاتیں اور منصوبے یہیں پر تیار ہوئے ہیں۔ انقلاب فرانس جو زیادہ دور کی بات نہیں اور جس نے موجودہ زمانے میں بیشک بہت کچھ بدلا۔ خصوصاً یورپ پر اس کے اثرات زیادہ ہوئے اور دیگر اقوام عالم پر بھی کچھ نہ کچھ اثرات پڑے۔ اسی طرح عالم اسلام کی ایک عظیم اور بڑی ہستی حضرت سید علامہ جمال الدین افغانی مرحوم نے انگریزوں کے خلاف جدوجہد جاری رکھنےاور ایشاء میں انگریزوں کے مظالم سے اہل یورپ کو براہ راست آگاہ کرنےاور مسلمان ممالک میں اسلامی انقلاب کیلئے اپنے ساتھیوں سمیت یہاں پر قیام فرمایا۔ حضرت علامہ کابل کے نواحی قصبہ اسد آباد

میں ۵۴-۱۲۵۳ھ غالباً / ۱۸۳۸ء ، ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے۔ اور آپ قسطنطینیہ میں نظربندی کی حالت میں ۹ مارچ ۱۸۹۷ء کو انتقال کر گئے۔ اور نشانتاش میں دفن ہوئے۔ دسمبر ۱۹۴۴ء میں پورے ۴۷ برس بعد آپ کی نعش کو کابل لایا گیا۔ اور چھ جنوری ۱۹۴۵ء کو پوری شان وشوکت اور اعزازکرم کے ساتھ کابل یونیورسٹی کے احاطے میں دفن کیا گیا۔ آپ کے قریبی ساتھیوں اور شاگردوں میں مصر کی ممتاز شخصیت اور عالم دین شیخ محمد عبدہ کی ہے۔ اس طرح سعدذاغلول ، البصیر کے ایڈیٹر خلیل غانم وغیرہ نمایاں ہیں۔ جنہوں نے پیرس میں حضرت علامہ کا خوب ساتھ دیا۔ حضرت علامہ نے پیرس کا انتخاب خوب سوچ سمجھ کر کیا تھا۔ کیونکہ اس وقت دونوں ممالک کے درمیان چپقلیش زوروں پر تھیں۔ آپ نے انگلستان کا امیج خراب کرنے اور ایشیائے ممالک کے جذبہ حریت اور ان کی مظلومیت اور دگرگوں حالات سے مغرب کو آگاہ کرنے اور دنیابھر کے مسلمانوں کو آزادی وبیداری کا پیغام دینے کیلئے مشہور عالم عربی اخبار " العروۃ الوثقیٰ " ۱۳ مارچ ۱۸۴۸ء کو پیرس سے جاری کیا۔ آپ کے سحرانگیز قلم سے مسلمانوں کے حالات یورپ میں پہلی دفعہ پہنچے اور مغربی ممالک میں نگلینڈ کے خلاف ردعمل شروع ہوا۔ اس کے علاوہ آپ نے پیرس کے قیام کے دوران بعد میں آنے والے اسلامی ممالک میں انقلابات اور تحریکوں کے لئے کافی کام بھی کیا۔ زمانہ حال میں ہی پیر س میں خمینی نے ایران کے شاہوں کے خلاف یہیں پر کام شروع کیا۔ اور پیرس میں ہی بیٹھ کر اپنی تقاریراور تحریرات خفیہ طور پر ایران بھجوائیں۔ اور اپنے خاص افراد کو یہاں پر ٹریننگ دی۔ اور بالآخر یہ ایران میں بغاوت کرنے میں کامیاب ہوئے۔ تاریخ فرانس کے دواہم ترین کرداراور دو اہم ابواب جن سے فرانس کی تاریخ اور اس کی حیثیت معلوم ہوتی ہے ۔ اور یہ فرانس کے ایسے انمٹ نقوش ہیں جن کو تاریخ کبھی مٹا نہیں سکتی۔ ایک شخصیت جنرل نپولین بونا پارٹ کی تھی۔ اوردوسری بڑی شخصیت جنرل ڈیگال کی تھی۔ سیاست کے عجائبات عالم میں یہ بات بھی بڑی دلچسپ اور باعث غور ہے کہ جمہوریت کے مرکز فرانس کو ہمیشہ فوجی قیادت نے ہی بحرانوں سے نجات دلائی ہے۔ انقلاب فرانس کے بعد جب حالات کونسل کے قابو مین نہیں آئے تو پھر شاہوں کے بعد اسی کونسل نے بھی عوام کا قتل عام دوبارہ شروع کیا۔ اور تقریباً ۴۰ ہزار افراد کو

قتل کر ڈالا۔ اس کے تھوڑے عرصے بعد خراب حالات اور سیاسی صورتحال سے جنرل نپولین نے فائدہ اٹھایا۔ اور اقتدار پر قبضہ کیا۔ ۱۷۹۹ء میں ملک کی بگڑتی ہوئی صورتحال کو سنبھالا اور زندگی کے مختلف شعبوں میں بہت زیادہ تبدیلیاں کیں۔ نپولین کے دور میں فرانس کی حدود اور اس کے پایہ تخت میں بہت سے مقبوضہ علاقے شامل ہوئے۔ اور ہر دیس ہر ملک ہر علاقے سے خزانوں اور معدنیات اور مال ومتاع لوٹ لوٹ کر پیرس کو لاتا رہا۔ نپولین نے اپنا ایک دستور اور ایک قانون بھی مرتب کیا اور جس کے بعض قوانین آج بھی فرانس میں چل رہے ہیں۔ جنرل نپولین نے عوام میں پذیرائی حاصل کی۔ اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے اس نے پیرس کے مشہور تاریخی گرجے نوٹرے ڈیم میں شہنشاہیت کا دعوی کیا اور یہیں پر اس کی تاج پوشی کی گئی۔

جنرل نپولین بوناپارٹ کے مختصر حالات زندگی:۔

یہ جنگجو اور فرانس کا مشہور شہنشاہ ۱۵ اگست ۱۷۶۹ء جزیرہ کورسیکا میں پیدا ہوا۔ ۱۵ مئی ۱۸۰۴ء میں فرانس کا شہنشاہ بن گیا۔ اس نے کافی جنگیں لڑیں۔ اس نے عالم اسلام کے خلاف بھی کافی کاروائیاں کیں۔ جس کی تھوڑی تفصیل ہم نے گذشتہ قسط میں بیان کی تھی۔ ۱۸۱۵ء میں یورپین ممالک اور انگلستان نے ملکر اسے واٹرلوہ (بلجیم) کے محاذ پر شکست دی۔ اس نے روس کے خلاف بھی جنگ لڑی اور اس سے بھی شکست کھائی۔ بالآخر اپنے وقت کا ایک بڑا فاتح اور جنرل اپنے پرانے دشمن انگریزوں کی قید میں آگیا۔ اور اسے جزیرہ سینٹ ہلینا میں نظر بند کر دیا۔ اسی حالات میں ۵ مئی ۱۸۲۱ء میں یہ انتقال کر گیا۔ اس کی لاش بیس سال بعد ۱۸۴۰ء کو پیرس میں دفن کی گئی۔ اور پیرس کے مشہور قبرستان (Invalieds) میں دفن ہے۔

جنرل ڈیگال فرانس کی نہایت ہی مقبول اور ہردل عزیز شخصیت ہیں۔ انہوں نے ہر مشکل وقت میں فرانس کو باہر نکالا۔ فرانس کی تاریخ میں جنرل ڈیگال کا کردار اس کی جرات مندی، اسکی سیاسی فراست اور اعلیٰ طریقۂ کار حکومت عوام آج تک نہیں بھولے۔ اس کی عظمت کے اعتراف میں پورے فرانس میں اور خصوصاً پیرس میں جنرل ڈیگال کے مجسمہ اور یادگاریں بنی ہوئی ہیں۔ ہر چیز پر اس کی تصویر ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے ان کی شخصیت کا۔ جنرل ڈیگال کی شہرت کا سکہ

آج بھی قائم ودائم ہے۔

جنرل ڈیگال کو جدید فرانس کا بانی کہا جاتا ہے اور فرنچ لوگ اس کو اپنا نجات دہندہ کہتے ہیں۔ ڈیگال نے ملک میں پانچویں جمہوریت نافذکی۔ اور پرانا دستور منسوخ کرکے ایک نیا دستور اسمبلی سے منظور کرایا۔ جنرل ڈیگال نے سیاست میں عجیب طرح کا کارنامہ سرانجام دیا۔ جب پہلی دفعہ اس کے اقتدار اوراسکی پالیسیوں سے اختلاف ہونے لگا تو اس نے ازخود اقتدار چھوڑدیا اور اپنے گاؤں میں گمنامی کی زندگی گزارنے لگا۔ بالآخر جب فرانس کے سیاسی حالات حد سے زیادہ خراب ہوگئے اور فرانس کی نوآبادیاتی کالونیوں میں ہلچل، بغاوتیں اور شورشیں حد سے زیادہ ہونا شروع ہوئیں تو فرانس کے عوام اور اسکے سیاستدانوں نے جنرل ڈیگال کو دوبارہ اقتدار سنبھالنے کے لیے آمادہ کیا۔ جنرل ڈیگال نے قوم کی پیشکش کو قبول کیااور فرانس کو دوبارہ ترقی کی راہ پر گامزن کیا۔ اس نے امریکہ اور برطانیہ جو کہ دوسری جنگ عظیم میں اس کے حلیف تھے ان کو بھی خاطر میں نہیں لایا۔اور ۱۹۵۷ء میں امریکن فوج کو پیرس سے نکل جانے کا حکم دیا۔ پھر اس نے ۱۹۶۳ء میں یورپین مشترکہ منڈی میں برطانیہ کی شرکت کو نامنظور کرکے ویٹوکردیا۔ جنرل ڈیگال نے ایک دفعہ کہا تھا کہ "میں ہی فرانس ہوں" بالآخر کچھ عرصہ بعد اس کے خلاف پھر سیاسی فضاء خراب ہوئی۔ تو دوبارہ اپنی رضامندی کیساتھ اقتدار سے دستبردارہوگیااور اپنے وزیراعظم جارجز بوسیدو کو اقتدار سونپ دیا۔ اور دوبارہ اپنے گاؤں کو چلاگیا۔ فرانس کے لوگ آج تک اس کو نہیں بھولے۔

دریائے سین کے کنارے میں انہی سوچوں اور ماضی کی ورق گردانی میں ایساڈوبا ہواتھا کہ وقت کا احساس ہی نہ رہا۔ میں ایفل ٹاور سے اپنے ہوٹل کی جانب رواں ہوا۔ واپسی میں بھی وہی مشکلات پیش آئیں۔ جن کا ذکر میں کئی بارکرچکا ہوں۔ خیر اپنے علاقہ میں پہنچ گیا اور اپنے اس مہنگے ترین ہوٹل سے کسی درمیانی ہوٹل کی تلاش میں سرگرداں ہوا۔ راستہ میں ایک پاکستانی دکان سے ہوٹل کے بارے میں مشورہ لیا۔ اور ایک اہل وطن نے اس غریب الدیار کا تھوڑاساساتھ دیا۔ اسی علاقے میں ایک دوسرے ہوٹل میں پہنچا۔ یہ ہوٹل ایک فرینچ جوڑے کا تھا۔ جو انتہائی ضعیف تھا۔ ان کا ہوٹل بھی انہی کی طرح پرانہ ضعیف اور بوسیدہ تھا۔ لیکن پھر بھی غنیمت تھا قیمت میں۔ مجھے

ہوٹل میں دوسری منزل پر کمرہ مل گیا۔ اپنے سامان سمیت اوپر کی منزل پر پہنچ گیا۔ تو اچانک بوڑھی عورت نے مجھے اپنے ہوٹل میں رہنے کا حق دینے سے انکار کردیا۔ کہ میں کسی صحافی کو اتنے زیادہ سامان کے ساتھ جگہ نہیں دونگی۔ میرے مترجم نے اس 'جابر' اور 'سنگ دل'، 'جلاد صفت' خاتون کا 'نیا فرمان' مجھے سنایا۔ تو پاؤں سے زمین نکل گئی۔ کہ اب دوبارہ کسی اور نئے ہوٹل کی تلاش کرنے کا سخت مرحلہ درپیش آئے گا۔ میں نے ہرچند اپنی بے" زبانی" کے باوجود اپنی بساط کے مطابق سمجھانے کی کوشش کی۔ کہ ایک 'اجنبی مسافر' کو 'دیار غیر' میں کن 'ناکردہ گناہوں' کی پاداش میں 'جلاوطنی' (نقل مکانی) کی 'سزا' سنائی جارہی ہے۔ لیکن وہ 'ستم گر' جوڑا راضی نہ ہوا۔ اور وہاں سے اپنے پیشہ (صحافت) کے ساتھ نکل گیا۔

ے نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن
بہت بے آبرو ہوکر تیرے کوچے سے ہم نکلے

بعد میں میرے مترجم نے بتایا کہ تم نے رجسٹر میں اپنا پیشہ صحافت کیوں بتایا؟ یہ لوگ صحافیوں سے چڑتے ہیں کہ ہمارے ہوٹل کی خراب حالت بیان کریں گے۔ میں نے اپنے مترجم کو چلتے ہوئے اس جوڑے کے متعلق 'مذاق' کہا کہ دونوں میاں بیوی انقلاب فرانس کے زمانے کی پرانی باقیات ہیں۔ ان کو تو" آثار قدیمہ" کے حوالے کردینا چاہیے۔ مترجم نے میرے پیغام کو لفظ بالفظ بلکہ مبالغہ کے ساتھ ان کو سنایا۔ دونوں میاں بیوی میرے پیچھے پڑگئے۔ اور کافی دیر تک میری فرنچ میں" غیبت" ہوتی رہی۔ آخر کار بڑی مشکل سے ہوٹل پہنچ گئے۔

ے راہ میں مسکن کبھی ہے اور کبھی صحرا کے بیچ
خانۂ الفت ہو ویراں تجھکو آبادی کہاں؟

اس ہوٹل کا کرایہ بھی کافی تھا۔ ایک کمرہ تقریباً دو ہزار روپے میں صرف رات کے قیام کا تھا۔ ناشتہ کھانا وغیرہ اس میں شامل نہیں تھا۔ بالآخر کمرہ لے ہی لیا۔ مرتا کیا نہ کرتا۔ مجھے کمرہ ہوٹل کے پانچویں فلور پر ملا تھا۔ اور اس میں لفٹ کا انتظام بھی نہیں تھا۔ تمام سامان کو خود کئی مراحل میں پانچویں منزل تک لے گیا۔ اتنی مشکلات اور تھکاوٹ کے بعد جب کمرہ کھولا تو معلوم ہوا کہ میں پیرس سے

اچانک پنڈی کے پیرودائی اڈے کے کسی " مسافر خانہ " میں پہنچ گیا ہوں۔ چھت کی لکڑیاں ٹوٹی ہوئیں پردوں میں سوراخ تھے۔ پلنگ پر پرانی داغدار نپولین کے زمانہ کی چادر اور انتہائی کرھیہ بدبو پھیلی ہوئی تھی۔ اسی وقت میں نے منیجر سے رجوع کیا کہ اس سے کوئی اچھا کمرہ نہیں ہے تمھارے ہوٹل میں ؟ بالآخر سب سے اچھا کمرہ مزید پیسہ دے کر مل گیا۔ وہ بھی اتنا بہتر نہ تھا۔ زہر کا تلخ گھونٹ پی کر کمرہ میں گھس گیا۔ منہ ہاتھ دھویا، لباس تبدیل کیا۔ اوراس "عقوبت خانہ" سے فوراً نیچے تازہ ہوا میں واپس آگیا۔ مجھے یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ ہوٹل عروس البلاد پیرس میں ہی واقع ہے۔ اب میری اگلی منزل دنیا کے سب سے بڑے قصر دنیائے عالم کے سب سے بڑے میوزیم ، دنیا کے منفرد و ممتاز اور شہکار ترین عمارت "دی لورے" تھی۔ بس کے ذریعہ اس علاقہ میں پہنچ گیا لیکن محل کا نام ونشان نہیں تھا۔ ہر کسی سے دی لورے کے بارے میں پوچھتا رہا لیکن کوئی بھی مجھے جواب نہیں دے رہا تھا۔ آخر کسی دوسرے سیاح سے انگلش میں بات کی تو اس نے بتایا کہ تم فلاں فلاں راستے سے پہنچ جاؤ۔ لیکن تم راستے میں فرینچ لوگوں سے لودر نہیں بلکہ لورے کے بارے میں پوچھو تو پھر وہ آپ کو راستہ دکھائینگے۔ میں فرانس والوں کے تعصب پر مزید حیران ہوتا چلا گیا جو اپنی زبان کے الفاظ کا کتنا خیال کرتے ہیں۔ ہر چیز کو اپنی زبان میں پکارتے ہیں۔ اور انگلش لفظ وغیرہ کو جانتے ہوئے بھی "تجاہل عارفانہ" سے کام لیتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ یہ اچھا کرتے ہیں کہ برا؟ فرنچ زبان میں ژے کا استعمال بہت زیادہ ہے۔ ہر وقت ژوژاں کرتے ہیں۔ اس طرح نون عین شین کا استعمال بھی بہت کرتے ہیں۔ بہرحال میں کافی راستہ طے کرنے کے بعد دی لورے میوزیم کے اطراف میں پہنچا۔ یہ عمارت کچھ اس انداز سے بنائی گئی ہے کہ اس کی صحیح تصویر کشی اور اسکے حسن و جغرفیہ کو الفاظ میں نہیں ڈھالا جاسکتا۔ صرف اور صرف اپنی آنکھوں سے یہ محل اور میوزیم دیکھنے کے قابل ہے۔

بارہویں صدی عیسوی میں PHILLIPPE AUGUSTE نے پیرس کے مشہور دریا سین (Seen) کے کنارے ایک بہت بڑا قلعہ تعمیر کیا تھا جسے بعد میں De- LOUVRE کا نام دیا گیا۔ بعد میں اس قلعہ کے ساتھ ساتھ مزید تعمیرات کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ کئی عمارتیں بنیں اور کئی ٹوٹیں چودھویں صدی میں چارلیس پنجم نے اس جگہ کو شاہی خزانہ کے طور پر بھی استعمال کیا۔ اور خود بھی

یہی پہ مقیم رہا۔ اور ایک عظیم الشان لائبریری قائم کی۔ ۱۵۴۶ء میں FRANCOTS نے ان تمام پرانی عمارات کو گرا دیااور ازسرنو ایک نئے انداز سے ان محلات کی تعمیر کا حکم دیا۔ اس کے بعد دیگر شاہان فرانس نے یہاں پر وقفہ وقفہ سے تعمیرات کا سلسلہ جاری رکھا۔ خوصاً ہنری پنجم ہنری ہشتم اور ہنری پنج دہم نے کافی تعمیرات کیں۔اس شاہی عمارات میں سے ایک عمارت کو سولھویں صدی میں آرٹ گیلری بنادیا گیا۔ اور دنیائے جہان کے خوبصورت مصوری کے فن پاروں کو یہاں رکھا گیا۔ یہ تمام قیمتی ترین پینٹنگز اور شہکار فن پارے نپولین بوناپارٹ نے مقبوضہ علاقوں سے چھین کر اور لوٹ کر اس میوزیم میں رکھوائے تھے۔ اس میوزیم میں ایک محتاط اندازہ کے مطابق تقریباً ۴ لاکھ مصوری کے شہکار ، پینٹنگز اور مجسمے اور دیگر نادر نوادرات محفوظ ہیں۔ اس عمارت میں دنیاجہان کی اور بڑی بڑی اقوام اور سلطنتوں کی ثقافت اور تہذیب کے آثار موجود ہیں۔ مثلاً سب سے زیادہ مصری فراعنہ کی ممیاں ، بت ، سکے، سامان ظروف ، سامان جنگ اور دیگر مختلف آثار نمایاں ہیں۔ یہ سب چیزیں نپولین کے دور میں مصر پر قبضہ کے دوران وہاں سے لوٹی گئیں تھیں۔ اسی طرح یونان، روم کی ثقافت بھی یہاں پر کافی ہے۔ ایشیا اور برصغیر کی متعدد اشیاء بھی یہاں پر محفوظ ہیں۔ دراصل فرانسیسیوں نے جہاں بھی حکومت کی تو وہاں سے قیمتی اشیاء اپنے ملک میں ساتھ لاتے رہے۔ فرانس کے علاوہ انگریزوں نے بھی ہندوستان بلکہ ساری دنیا سے سامان اور دیگر قیمتی اشیاء لوٹ لوٹ کر اپنی تجوریاں بھریں۔ یہاں تک کہ میں نے لنڈن کے شہرہ آفاق "برٹش میوزیم" میں جہانگیر کے مقبرے کے سنگ مرمر کی تختی کو بھی دیکھا۔ یہ ظالم اس کو بھی اپنے ساتھ اکھیڑ کر لائے تھے۔

ع لو وہ مٹا رہے ہیں نشان مزار بھی

خیر برٹش میوزیم کے تفصیلی حالات انگلستان کے ذکر میں لکھونگا۔

الغرض اس "کارخانہ حیرت" میں تمام کائنات کی اشیاء کو انتہائی خوبصورتی اور سلیقہ سے سجایا گیا ہے۔ لودر میوزیم میں کئی بڑے بڑے مجسمہ سازوں کے شہکار موجود ہیں۔ خصوصاً مائکل اینجلیو کے مجسمے بہت ہیں۔

جب میں محل کے پچھلے دروازے سے اندر داخل ہوا۔ یہ کئی بلاک پر مشتمل اور کئی ایکڑ پر پھیلاہوا محل ہے۔ میں مختلف مراحل ، مختلف دروازوں ، میدانوں ، احاطوں کے بعد جب درمیانی مقام پر پہنچا تو حیران رہ گیا اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کہ درمیان والا احاطہ سٹیڈیم کے گراؤنڈ سے بھی بڑاتھا، یہ محل کا صدر مقام تھا۔ احاطے کے بیچوں بیچ خوبصورت فوارے، پانی کے پھواریں برسارہے تھے اور پانی کی گرنے سے ایک ساز کی سی آواز فضامیں سنائی دے رہی تھی۔ کئی ہزار سیاح درمیان والے احاطے میں سرگشت کررہے تھے۔ میری طرح حیرت کے سمندر میں ڈوبے ہوئے تھے منقش درودیوار انتہائی بارعب مجسموں اور مختلف دیوتاؤں اور بڑے بڑے فوجی جنرلوں کے مجسمے محل کے بلند وبالا حصوں اورچبوتروں پر نصب تھے۔ احاطے کے درمیان احرام کی صورت میں شیشہ کے تین بڑے دیوہکل شوکیسے بنائے گئے ہیں۔ جو رات کو تیز روشنی میں ایک عجیب منظر پیش کرتے ہیں۔ ان بڑے بڑے شیشوں سے آپ نچھلی منزل کو اوپر سے باآسانی دیکھ سکتے ہیں۔ یہ عظیم اور بڑے شیشوں کے مینار زمانہ حال میں تعمیر کیئے گئے ہیں۔ اس محل کی آخری بار تزمین وآرائش ۱۹۷۵ء میں ہوئی۔

میں میوزیم کے نچھلے حصہ میں جانے کے لئے قطار میں کھڑا ہوا۔ باآخر کافی صبروانتظار کے بعد نیچے پہنچ گیا۔ تو دیکھا کہ نیچے زیر زمین ایک خوبصورت "شہر نو" آباد تھا۔ مختلف خودکارزینوں کا جال ہر جانب پھیلاہواتھا۔ چند لمحے میں تو یوں محسوس ہوا کہ "میٹرو" کے کسی بڑے اسٹیشن پہ اترگیا ہوں۔ اتنے زیادہ سیاحوں کی بھیڑ کسی تاریخی جگہ پر پہلی دفعہ دیکھ رہاتھا۔ ٹکٹ لیا اور "نامعلوم سیمتوں" میں "عہدگذشتہ" کی یادگاروں ، شاہوں کے "عشرت کدوں" اور مختلف اقوام کی ثقافتی آثاثوں کی تلاش میں "سرگرداں" ہوا۔

ع زرا عمر رفتہ کو آواز دینا

میوزیم کی حفاظت اور دیکھ بھال اور سیکورٹی سسٹم انتہائی قابل تعریف تھا۔ خودکار ویڈیوکیمرے ہر جانب لگے ہوئے تھے۔ جو ہر کسی کے حرکات وسکنات کو محفوظ کررہے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ ہر بلاک میں دو تین سیکورٹی والے بھی خاموش "بتوں" کی مانند کھڑے دیکھ بھال کررہے تھے۔ ان

لوگوں کی "پراسرار خاموشی" اور "جمود" کا اثر شاید بتوں کے ساتھ رہتے رہتے ان پر بھی ہوگیا تھا۔ میں نے اس میوزیم کے مختلف تہ خانے اور متعدد گیلریاں دیکھیں۔ اب میں دوسری منزل پر گیا جہاں پر ہزاروں پینٹنگز (PAINTINGS) لگی ہوئی تھیں۔ آرٹ گیلری اپنی تصویروں کے اعتبار سے دنیا کی سب سے بڑی گیلری شمار ہوتی ہے۔ اس "نگارخانے" نے تو اپنے ہوش وحواس اڑا دیئے۔ اتنی بڑی اور لمبی دیوقامت پینٹنگز اس خوبصورتی سے بنائی گئی تھیں کہ مجھے یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ تصاویر ہیں بلکہ ہر لمحہ تصویروں کو دیکھتے ہوئے محسوس ہورہا تھا کہ ابھی اسی وقت کوئی شخص کوئی فوجی، کوئی گھڑسوار زندہ جاوید تصویر میں سے نکلے گا؟ اس شہر "تصویر بتاں" کے حسن اور ماحول نے بہت متاثر کیا۔ پورے پورے عہد کو مصوروں نے رنگوں کے ذریعے محفوظ اور پیش کیا تھا۔ کئی تو جنگی تصاویر تھیں۔ ان میں فوجی سپاہی، قتل وغارت کے مناظر تھے۔ چند پینٹنگز مسلمانوں اور عیسائیوں کی جنگوں کی تھیں۔ اور متعصب مصوروں نے تصاویر میں مسلمانوں کو کمزور ثابت کیا تھا۔ چند تصاویر شاہی خاندان کے افراد کی بھی تھیں۔ اور چند تصویروں میں کلیسا اور اس وقت کے ظالم پادریوں کے مظالم بھی پیش کیے تھے۔

چند بڑے مصوروں کے نام جن کی تصاویر یہاں پر اہمیت کی حامل ہیں۔ مثلاً

جے ایل ڈیوڈ (J. L. David)

دوسرے مشہور مصور CHARLES LE BRUN اور E. MURILLO اور D VELASOUE وغیرہ وغیرہ ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ دنیا کی شہرہ آفاق اور نادر پینٹنگ مونا لیزا MONA LISA کے مصور LEONARDO DEVINCI قابل ذکر ہیں۔

میں گیلری کے اس حصے میں چلا گیا جہاں پر دیوار پر ایک بڑے شیشہ کے فریم میں مونا لیزا کی تصویر لگی ہوئی تھی۔ اور سینکڑوں سیاح اس کی تصاویر اتار رہے تھے۔

میری تصویر میں رنگ اور کسی کا تو نہیں
گھیرلیں مجھ کو سب آنکھیں میں تماشا تو نہیں

یہ تصویر دنیا بھر میں بہت ہی مشہور ہے اور کچھ تو فرانسیسیوں نے جان بوجھ کر اسکی بہت ہی پبلسٹی اور تشہیر کی ہے۔ تاکہ سیاح زیادہ سے زیادہ یہاں پر آئیں۔ یہ ایک عورت کی پینٹنگ

ہے اور بنانے والے نے اسکی تصویر کچھ اسطرح بنائی ہے کہ اسکی مسکراہٹ "ضرب المثل" بن گئی۔ بعض لوگ تو تصویر دیکھ کر یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ رو رہی ہے۔ خیر ہم اس بحث میں الجھنا نہیں چاہتے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مصورین پر اللہ کی لعنت ہے۔ میوزیم کے اس حصہ میں میں چلا گیا جہاں پر بادشاہوں کے زیر استعمال جواہرات سے مرصع قیمتی ظروف اور سنگ مرمر نیلم یاقوت کے کام والے میزیں اور کرسیاں تھیں۔ انتہائی قیمتی اور بارعب تاج تھے، جواہرات اور انگھوٹیاں تھیں، اور ایسے ایسے زیورات دیکھے کہ پہلے نہ آنکھوں نے دیکھے تھے اور نہ کانوں نے سنے تھے۔ خصوصاً اس محل کے چھتوں پر ایسا نقش ونگار، کشیدہ کاری اور جاذب نظر تصاویر اور خوبصورت مجسمے، اور قیمتی ماربل والے پیلرز اور ستون دیکھنے کے قابل تھے۔ میں شاہوں کے "خلوت کدوں" اور "دیوان خانوں" کو پامال کرتا ہوا میوزیم سے باہر نکلا تو معلوم ہوا کہ تین چار گھنٹے تک ماضی کے "ناقب" میں صرف ہوئے لیکن پھر بھی میں نے بہت کم حصہ دیکھا۔ اس میوزیم کے بارے میں ایک انگریز سیاح مصنف نے لکھا ہے کہ کم سے کم آٹھ دن میں اس کو دیکھا جاسکتا ہے۔ چار دن تو میں نے فرانس میں نہیں گزارے تھے تو میوزیم میں اتنے دن کیسے گزار سکتا تھا۔ بہرحال میں واپس ہوا۔ باہر سڑک پر تیز گاڑیاں تھیں اور فٹ پاتھ پر ہم جیسے پیدل سیاح۔ ـ ـ ـ ـ

عروس البلاد پیرس شہر۔

حسن وجمال نزاکت ، لطافت ، نفاست، جدت، سبزہ وشادابی ، ترقی وتعمیر ، علوم وفنون ، آرٹ، فنون لطیفہ ، فیشن اس مجموعہ کا نام پیرس ہے۔ اس خوبصورت شہر کے مختصر سے مختصر حالات بھی اگر لکھوں تو یقیناً دو تین قسطیں اس شہر کی تاریخ اور مدح وزم کیلئے ناکافی ہوں، لیکن طوالت کے خوف اور قارئین کے عتاب سے ڈرتا ہوں۔ مختصراً اس شہر کے بارے میں چند جملے لکھتا ہوں۔

اس شہر کو اسلئے عروس البلاد یعنی (شہروں کی دلہن) کہتے ہیں۔ کہ یہ روشنیوں ، خوشبوؤں ، رعنائیوں اور رنگوں کا شہر ہے۔ فنون لطیفہ اور آرٹ کا مرکز ہے۔ دانشوروں ، ادیبوں، شاعروں، انقلابیوں، فنکاروں، موسیقاروں، مختلف تہذیبوں ، تمدنوں اور بڑی بڑی تحریکوں کے روح رواں رہنماؤں کا شہر ہے۔ فنون لطیفہ کے "دل دادہ افراد" کا گھر ہے۔ اس کو شہر" خوباں " بھی کہتے ہیں۔ ہر

جانب سرسبزوشاداب باغات ، جگہ جگہ چھوٹے بڑے درخت ، درمیانی شہر میں دریائے سین کا بہتا ہوا پانی ، عالی شان اورکشادہ سڑکیں ، خوبصورت فوارے، تاریخی مقبرے، بڑے بڑے مکانات ، عظیم محلات، تاریخی میوزیم، جدید انداز کے بنے ہوئے شاپنگ سنٹرز ، خوبصورت وضع دار بارعب سنجیدہ لوگوں کا شہر پیرس ہے۔ نفاست میں پوری دنیا میں تن تنہا دعویدار ، صفائی میں بے نظیر۔ پیرس شہر کو ہمیشہ سے فیشن میں ساری دنیا پر برتری حاصل ہے۔ بلکہ ہر فیشن کا ابتدائی گھر پیرس ہی ہوتا ہے۔ واقعتاً پیرس فیشن وثقافت میں دنیا کے لئے ایک " ٹکسال " کا درجہ رکھتا ہے۔ پیرس ہمیشہ سے دنیا کے تمام شعبوں میں ممتاز رہا ہے۔ اس کی بنیاد سترھویں صدی میں لوئیس چاردہم نے رکھی تھی۔ اس وقت شاہ نے اپنی تہذیب اور کلچر کو پورے یورپ میں خوب پھیلایا۔ کامل سو برس تک اس نے ہر جگہ اپنی ثقافت کے لیے خوب محنت کی۔ اور لوگوں میں یہ تاثر پھیلایا کہ اہل فرانس ہی فیشن وثقافت کے موجد ہیں۔ پیرس میں ہر نئے لباس ہر ڈیزائن اور ہر قسم کا جوتا اور خصوصاً اس کی عطریات پرفیوم سپرے بہت مشہور ہیں۔ اس کے علاوہ خواتین کے بناؤ سنگار کے سامان (میک اپ) وغیرہ اورصابن ، شیمپو یہاں کی تمام دنیا میں مشہور ہیں۔ پیرس شہر میں مشہور فیشن کے چند ادارے یہ ہیں :- ڈائر ، **شینٹ**، لارینٹ، شیپرَر، لارشے، لوردیجز، سیدوز، ہرمیس وغیرہ وغیرہ اہم ہیں۔ پیرس شہر کو تقریباً بیس ضلعوں میں منقسم کیا گیا ہے۔ فرانس کی کل آبادی کا پانچواں چھٹا حصہ پیرس میں رہتا ہے۔ اور اس شہر کا رقبہ تقریباً ۴۰ کلومیٹر پر پھیلا ہوا ہے۔ اس شہر کو سب سے پہلے جدید انداز میں بلکہ موجودہ شکل وصورت میں تبدیل کرنے کا سہرا نپولین سوم کے سر پر ہے۔ اور اس نے شہر کو خوبصورت صاف اور باقاعدہ نقشہ سے تعمیر کرنے کے لیے " پیرن " ہوسمینؓ کو مقرر کیا۔ جس نے نہایت ذمہ داری اور قابلیت کی بدولت اس کو بہتر بنایا۔ اور بالآخر یہ چھوٹا سا " توشیا " گاؤں عروس البلاد پیرس بن گیا۔ شہر کے اندر لوگوں کی اکثریت زیر زمین ریلوے سسٹم (میٹرو) کے ذریعے سفر کرتی ہے ، کیونکہ یہ سفر آسان رہتا ہے۔ آدمی منٹوں میں زیر زمین سسٹم کی بدولت۔ منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ نہ گاڑی کھڑی کرنے کا مسئلہ ہوتا ہے نہ ہی سرخ اشاروں پر جھنجلاہٹ اورکوفت محسوس ہوتی ہے۔ پیرس کا یہ سسٹم دنیا کا سب سے پرانا اور بڑا

بقیہ صـ ۲۷ پر